موطا امام محمد کی شرح التعلیق الممجد: تعارف، اسلوب و خصوصیات

Al-Ta'līq al-Mumajjad: Introduction, Overview of Style and Peculiarities

رضوان الحق *

ڈاکٹر شاہ معین الدین ہاشمی**

Abstract

Muwaṭṭā' of Imām Muḥammad possesses a vital significance in the discipline of ḥadīth texts (mutūn al-ḥadīth). We have sixteen scripts of this earliest work on ḥadīth, one of which is ascribed to Imam Muḥammad bin Ḥasan al-Shaybāni. Along with his personal viewpoints, al-Shaybāni has also recorded the opinions of his two great teachers, Imam Abū Ḥanīfah and Imam Mālik. In this way the reader has the opportunity to understand the juristic approaches of both of them at the same time. Various scholars of ḥadīth have written commentaries on this work, such as 'Allāmah Ibrāhīm Shahīr Berizāda, Mullā 'Ali al-Qāri and 'Allāmah 'Abdul Ḥay Lakhnawi. The explanatory commentary written by 'Allāmah 'Abdul Ḥay is considered to be precise and comprehensive of all the rest. In this article, the short biographical sketch of 'Allāmah Lakhnawi is presented alongwith evaluation of his famous academic contribution: al-Ta'līq al-Mumajjad. Origins and sources of this work have also been pointed out briefly.

Keywords: Muwaṭṭā of Imām Muḥammad, 'Allāmah 'Abdul Ḥay Lakhnawi, Al-Ta'līq al-Mumajjad.

مؤلف کتاب "مولانا عبد الحیٔ لکھنوی" کا تعارف

نام و نسب اور پیدائش:

آپ کا مکمل نام مولانا عبد الحیٔ بن عبد الحلیم بن امین اللہ محمد اکبر بن ابو الرحیم بن محمد بن یعقوب بن عبد العزیز بن محمد بن قطب الدین انصاری سہالوی ہے اور آپ کا نسب نامہ مشہور صحابی رسول ﷺ حضرت ابو ایوب انصاریؓ تک پہنچتا ہے[1]۔ آپ ذی الحجہ کے آخری عشرے میں 1264ھ میں بانڈا شہر[2] میں پیدا ہوئے۔ یہاں آپ کے والد نواب ذوالفقار الدولہ کے مدرسہ میں استاد تھے[3]۔

پرورش و تحصیل علم:

دس برس کی عمر میں آپ نے قرآن مجید حفظ کر لیا اور مزید دینی علوم کی تحصیل میں مصروف ہو گئے اور اپنے والد سے سترہ برس کی عمر میں صرف، نحو، معانی، بیان، حکمت، طب، فقہ، اصول فقہ، علم الکلام، حدیث، تفسیر، اور دیگر علوم میں خاص مہارت حاصل کر لی۔ والد کے انتقال کے بعد آپ نے علوم ریاضی اور ہیئت اپنے والد کے ماموں مولانا نعمت اللہ سے پڑھے اور حساب کا علم اپنے والد کے شاگرد مولانا خادم حسین مظفر پوری، عظیم آبادی سے حاصل کیا[4]۔

* لیکچرار، اسلام آباد کالج برائے طلباء (ICB)، جی سکس تھری اسلام آباد / پی ایچ۔ ڈی ریسرچ سکالر، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی۔ اسلام آباد

** ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ حدیث و سیرت، کلیہ عربی و علوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی۔ اسلام آباد

اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو دفعہ حج بیت اللہ کی سعادت سے نوازا[5]۔ آپ نے اس موقع سے خوب فائدہ اٹھایا اور حرمین کے اساتذہ سے آپ نے اخذ کردہ احادیث کی روایت و نقل کی اجازت بھی حاصل کی۔ مکہ میں شیخ الشافعیہ سید احمد دخلان اور مفتی محمد بن عبد اللہ بن حمید حنبلی نے آپ کو وہ سب علوم روایت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی جو انہیں ان کے اساتذہ سے حاصل ہوئے تھے، مدینہ منورہ میں اپنے والد کے استاد محمد بن محمد الغرب الشافعی اور شیخ عبد الغنی بن ابو سعید عمری حنفی دہلوی سے بھی روایت کرنے کی اجازت ملی، اور اسی طرح آپ کے والد نے بھی آپ کو اپنی وفات سے قبل ان تمام علوم کی روایت کی اجازت دی جو انہیں حرمین کے اساتذہ سے حاصل ہوئے تھے[6]۔

تصانیف:

اللہ تعالیٰ نے بچپن سے ہی تدریس و تصنیف کا شوق آپ کے دل میں ڈال دیا تھا اور آپ نے جو کتاب بھی پڑھی اس کو بعد میں پڑھایا، نیز مختلف فنون پر کتابیں بھی لکھیں آپ کی تصانیف کی تعداد ایک سو دس تک ذکر کی گئی ہیں جن میں چھیاسی کتب عربی زبان میں تحریر کی گئی ہیں ذیل میں ان کتب کے اسماء پیش کئے جارہے ہیں جن کا تذکرہ مصنف نے اپنی کتاب التعلیق الممجد کے مقدمے میں اپنے حالات زندگی کے ضمن میں کیا ہے۔

1) علم الصرف
2) امتحان الطلبة في الصيغ المشكلة
3) رسالہ بچار گل
4) التبيان في شرح الميزان
5) علم نحو: "خير الكلام في تصحيح كلام الملوك ملوك الكلام
6) إزالة الجمد عن إعراب أكمل الحمد، علم منطق وحکمت
7) هداية الورى إلى لواء الهدى (التعليق على مصباح الدجى في لواء الهدى کے نام سے)
8) التعليق على نور الهدى لحملة لواء الهدى کے نام سے
9) التعليق العجيب لحل حاشية الجلال الدَّوَاني على التهذيب
10) حل المغلق في بحث المجهول المطلق
11) الكلام المتين في تحرير البراهين
12) ميسِّر العسير في بحث المثناة بالتكرير
13) الإفادة الخطيرة في بحث سبع عرض شعيرة
14) شرح الموجز في الطب، بر حاشیہ علم مناظرہ
15) الهدية المختارية شرح الرسالة العضدية
16) علم تاریخ
17) حسرة العالم بوفاة مرجع العالم
18) الفوائد البهية في تراجم الحنفية

19) التعليقات السنية على الفوائد البهية
20) مقدمة الهداية
21) مذيلة الدراية لمقدمة الجامع الصغير المسماة بالنافع الكبير، علم حديث وفقه
22) التعليق الممجّد
23) القول الأشرف في الفتح عن المصحف
24) القول المنشور في هلال خير الشهور
25) القول المنثور
26) زجر أرباب الريان عن شرب الدخان
27) ترويح الجنان بتشريح حكم شرب الدخان
28) الإنصاف في حكم الاعتكاف
29) الإفصاح عن حكم شهادة المرأة في الرضاع
30) تحفة الطلبة في مسح الرقبة
31) تحفة الكملة
32) سباحة الفكر في الجهر بالذكر
33) أحكام القنطرة في أحكام البسملة
34) غاية المقال في ما يتعلق بالنعال
35) ظفر الأنفال
36) السهسهة بنقض الوضوء بالقهقهة
37) خير الخبر بأذان خير البشر
38) رفع الشر عن كيفية إدخال الميت وتوجيهه إلى القبلة في القبر
39) قوت المغتذين بفتح المقتدين
40) إفادة الخير في الاستياك بسواك الغير
41) التحقيق العجيب في التثويب
42) الكلام الجليل فيما يتعلق بالمنديل
43) تحفة الأخيار في إحياء سنة سيد الأبرار
44) نخبة الأنظار
45) إقامة الحجة على أن الإكثار في التعبُّد ليس ببدعة
46) "تحفة النبلاء فيما يتعلق بجماعة النساء
47) الفلك الدوّار فيما يتعلق برؤية الهلال بالنهار
48) و"زجر الناس على إنكار أثر ابن عباس

49) الفلك المشحون في انتفاع المرتهن بالمرهون
50) الأجوبة الفاضلة للأسئلة العَشَرة الكاملة
51) إمام الكلام فيما يتعلق بالقراءة خلف الإمام
52) تدوير الفلك في حصول الجماعة بالجن والملك
53) نزهة الفكر في سبحة الذكر الملقَّبة بهدية الأبرار في سبحة الأذكار
54) النفحة بتحشية النزهة
55) آكام النفائس في أداء الأذكار بلسان فارس
56) الكلام المبرم في نقض القول المحقق المحكم
57) الكلام المبرور في رد القول المنصور
58) السعي المشكور في رد المذهب المأثور
59) هداية المعتدين في فتح المقتدين
60) دافع الوسواس في أثر ابن عباس رضي الله عنهما
61) الآيات البيّنات على وجود الأنبياء في الطبقات

نامکمل کتابیں مؤلف نے درج ذیل ذکر کی ہیں، اگرچہ ان میں سے اکثر کتب مصنف نے اپنی زندگی میں مکمل کر لیں تھیں۔

1) المعارف بما في حواشي شرح المواقف
2) دافع الكلال عن طلاب تعليقات الكمال على الحواشي الزاهدية المتعلقة بشرح التهذيب للجلال
3) تعليق الحمائل على حواشي الزاهد على شرح الهياكل
4) حاشية بديع الميزان
5) رسالة في تفصيل اللغات
6) رسالة مسماة بتبصرة البصائر في الأواخر
7) رسالة في الأحاديث المشتهرة
8) رسالة في تراجم فضلاء الهند
9) رسالة في الزجر عن الغيبة
10) شرح شرح الوقاية المسمى بالسعاية

اس کے علاوہ کچھ وہ کتب جن کا تذکرہ مصنف نے کتاب کے مقدمے میں نہیں کیا

1) عمدة الرعاية على شرح الوقاية
2) تذكرة الراشد برد تبصرة الناقد
3) طرب الأماثل في تراجم الأفاضل
4) الرفع والتكميل في الجرح والتعديل
5) الآثار المرفوعة في الأخبار الموضوعة
6) ظفر الأماني في شرح مختصر الجرجاني

7) نفع المفتي والسائل بجمع متفرقات المسائل

8) امام مرغینانی کی کتاب الہدایہ پر حاشیہ

التعلیق الممجد علی موطا امام محمد کا تعارف:

التعلیق الممجد علی موطا امام محمد[7] بنیادی طور پر موطا امام محمد کی شرح ہے، مصنف کے مطابق انہوں نے اس کتاب پر شوال 1291ھ میں حاشیہ لکھنا شروع کیا اور جمعرات آٹھ شعبان 1295ھ کو اس کی تکمیل ہوئی تھی۔ یہ شرح علم حدیث میں ایک زریں اضافہ ہے۔ اس کتاب کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ مصنف نے اس کتاب میں متن حدیث میں آنے والی مشکلات کو نہ صرف حل کیا ہے بلکہ اسناد میں آنے والے انقطاع کو دوسری متصل اسانید کے شواہد و توابع سے دور کیا ہے، اس کے ساتھ ساتھ راویوں کے حالات اور ان کی ثقاہت و ضعف کی بھی خبر دی ہے۔ اسی طرح جب کوئی اہم مسئلہ شرح میں سامنے آتا ہے تو آپ اسے اقوال صحابہ و تابعین اور اقوال ائمہ سے حل کرتے ہیں۔ یوں یہ علم حدیث کی ایک جامع کتاب بن گئی ہے جو لغت و ادب، حدیث و علوم حدیث، فقہ و اصول فقہ، تفسیر و اصول تفسیر، علوم قرآن اور تراجم و تاریخ جیسے اہم موضوعات کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ مؤلف نے اپنی کتاب کا آغاز ایک جامع اور مفصل مقدمے سے کیا ہے، ذیل میں اس کا مختصر اذکر کیا جائے گا۔

مقدمہ:

مصنف نے اپنی شرح کے آغاز میں بہت اہم اور مفید معلومات کا اضافہ کیا ہے جس کا جاننا ایک طالب حدیث کے لئے بہت ضروری اور اہمیت کا حامل ہے۔ علامہ عبدالحیی نے مقدمہ میں سب سے پہلے اپنی شرح موطا امام مالک کا علمی مقام و مرتبہ ذکر کیا ہے اور ساتھ ہی موطا کے دو متداول نسخوں یحیی مصمودی اور امام محمد کا ذکر کیا ہے، اس سے پہلے صرف دو شروحات بیری زادہؒ[8] اور مُلّا علی قاری[9] کی تصانیف اور موطا امام محمد کے نسخے کی یحیی مصمودی کے نسخے پر کچھ امور میں ترجیح کے باعث مصنف نے امام محمد کے نسخے پر شرح و حاشیہ لکھنے کا آغاز کیا۔ مصنف کے مطابق اس کتاب پر شوال 1291ھ میں حاشیہ لکھنے کا آغاز کیا گیا تھا۔ شارح نے مقدمے میں اس شرح پر اپنا منہج و اسلوب مختصر اسات نکات میں ذکر کیا ہے اور اس کے بعد تیرہ مفید باتوں کو فوائد کے نام سے سلسلہ وار ذکر کیا ہے۔ یہ فوائد کتاب کے منہج و اسلوب کے سمجھنے کے لئے نہایت اہم ہیں، اس لئے ذیل میں ان فوائد کا خلاصہ تحریر کیا جاتا ہے۔

پہلا فائدہ:[10]

علامہ عبدالحیی لکھنوی نے حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کی کتاب "هدی الساری" کے حوالے سے احادیث نبوی کو مدون نہ کرنے کی وجوہات ذکر کی ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ قُرآنِ حکیم سے خلط ملط ہونے کے ڈر سے ابتدا میں اس کے لکھنے سے روکا گیا تھا۔ دوسری وجہ راویانِ حدیث کی قوتِ حافظہ و ذہن کی تیزی اور اکثر لوگوں کا کتابت سے لاعلمی تھی، پھر مؤلف نے ذخیرہ حدیث کو باقاعدہ طور پر تدوین کرنے کی تاریخ "هدی الساری" کے حوالے سے ذکر کی ہے اور اس کے بعد ابن اَثیر جزریؒ کی کتاب "جامع الأصول" کے مقدمہ کے حوالے سے حدیثی ذخیرہ میں محدثین کی تحریر کردہ تصانیف کی اغراض و مقاصد ذکر کی ہیں کہ اولین دور میں تصانیف کا مقصد زیادہ تر اس ذخیرہ حدیث کی جمع و تدوین تھا تاکہ متن حدیث محفوظ رہے اور اس سے احکامات کا استنباط ہو سکے، پھر مصنف نے اس کی مفصل تاریخ ذکر کی ہے

مؤلف نے امام سیوطیؒ کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے حکم پر سب سے پہلے حدیث کی تدوین ابنِ شہاب زہریؒ نے کی۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم کو خط لکھ کر احادیث نبوی، سنن اور آثار صحابہ کو تلاش کر کے لکھنے کا

حکم جاری کیا تو ابواب کے مطابق مدینہ میں امام مالکؒ، مکہ میں ابنِ جریج، بصرہ میں ربیع بن صبیح یا سعید بن ابی عروبہ یا حماد بن سلمۃ ہیں، کوفہ میں سفیان ثوری، شام میں اوزاعی، واسط میں ھشیم، یمن میں معمر، رے میں جریر بن عبد الحمید اور خراسان میں ابن مبارک ہیں (رحمهم الله) کی تصانیف سامنے آئیں۔

2-دوسرا فائدہ[11]

علامہ عبد الحیؒ نے اس باب میں آغاز میں امام مالک کا نسب ذکر کیا گیا ہے، پھر آپ کی پیدائش کے سال کے متعلق مختلف اقوال نقل کئے ہیں، اور پھر آپ کی تاریخ وفات ذکر کی ہے، جو بالاتفاق 14 ربیع الاول 179ھ ہے۔ پھر آپ کے اساتذہ اور تلامذہ کا ذکر کیا گیا ہے اور آخر میں آپ کے مناقب میں مختلف ائمہ کرام کے اقوال بیان کئے ہیں۔

3-تیسرا فائدہ[12]

فضائل: مصنف نے علامہ سیوطیؒ" کے حوالے سے قاضی ابو بکر بن عربی کا قول نقل کیا ہے کہ موطأ اصلِ اول اور خلاصہ ہے، اور "بخاری" اس باب میں اصل ثانی ہے اور ان دونوں کے اسلوب پر امام مسلم اور امام ترمذی وغیرہ نے بنیاد رکھی ہے۔ مزید لکھتے ہیں ابن الھیّاب کے مطابق امام مالکؒ نے ایک لاکھ احادیث میں سے موطأ میں دس ہزار احادیث لکھیں پھر ان میں کمی کرتے کرتے تعداد پانچ سو رہ گئی۔ الکیاالھراسی کے مطابق پہلے موطأ نو ہزار احادیث پر مشتمل تھی جبکہ ابو الحسن بن فھر کے مطابق موطأ میں پہلے دس ہزار احادیث تھیں، پھر اس میں غور اور کمی کرتے کرتے موطأ موجودہ حالت میں رہ گئی۔ ابن عبد البر نے عمر بن عبد الواحد کے واسطے سے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے موطأ کو چالیس سال میں لکھا۔

مشمولات: شارح نے اس حوالے سے مؤطا کی صحت پر کچھ اقوال ذکر کر کے اس کا مقام و مرتبہ اور پھر معترضین کا جواب دیا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ کا قول ہے: روئے زمین پر کتاب اللہ (قرآن مجید) کے بعد "موطأ مالک" سے زیادہ صحیح کتاب نہیں۔ حافظ مغلطائی کے مطابق امام مالکؒ سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے "الصحیح" لکھی۔ حافظ ابن حجرؒ کا قول ہے کہ امام مالکؒ کی کتاب صحیح ہے اور موطأ میں کوئی ایسی مرسل نہیں ہے جس کو ایک یا ایک سے زیادہ قوت دینے والی روایات نہ ہوں شارح کے مطابق حقیقت بھی یہی ہے کہ موطأ ساری کی ساری صحیح ہے۔ نیز فرماتے ہیں کہ ابن عبد البر نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں انہوں نے موطأ کے مراسیل، منقطع اور معضل کو متصل ذکر کیا ہے، اور تمام وہ مرویات جو امام مالکؒ نے بلغني یاقول عن الثقة عنده، کے الفاظ کے ساتھ بغیر سند کے ذکر کی ہیں وہ اکسٹھ احادیث ہیں، سوائے چار کے وہ سب کی سب امام مالکؒ کے طریق کے علاوہ مسند ہیں۔

4-چوتھا فائدہ[13]

اس باب میں مصنف نے امام شافعیؒ سے منقول بات " أصح الكتب بعد كتاب الله موطأ " اور جمہور محدثین کے قول "أصح الكتب كتاب البخاري پھر اس کے بعد صحیح مسلم" کے مابین پائے جانے تعارض کو دور کیا ہے۔

5- پانچواں فائدہ[14]

علامہ عبد الحیؒ نے اس باب میں اصح الاسناد کی بحث ذکر کی ہے اور علماء کرام کی جانب سے اصح الاسناد قرار دی جانے والی اسانید کا مفصل تذکرہ کیا ہے۔ اور ذکر کیا ہے کہ موطا کی یہ فضیلت ہے کہ اصح الاسناد قرار دی جانے والی اکثر مرویات اس کتاب میں ذکر ہوئی ہیں۔

6- چھٹا فائدہ[15]

مصنف نے علامہ سیوطیؒ کی کتاب "تنویر الحوالک" کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ امام مالکؒ سے روایت کرنے والے بہت زیادہ ہیں۔ حافظ ابو بکر الخطیب نے امام مالکؒ سے روایت کرنے والوں پر اپنی مستقل کتاب میں نو سو ترانوے لوگوں کا ذکر کیا ہے، جبکہ قاضی عیاض نے اپنی مستقل کتاب میں امام مالک سے روایت کرنے والوں کی تعداد تیرہ سو ذکر کی ہے اور موطأ مالک کے راویوں کی تعداد پر اپنی کتاب مدارک میں اہم اور نامور شخصیات کے اسمائے گرامی بھی ذکر کئے ہیں۔

7- ساتواں فائدہ[16]

حضرت شاہ عبد العزیز دہلویؒ نے اپنی فارسی تالیف "بستان المحدثین" میں موطأ کے احوال، مؤلف کے حالات اور اس کے نسخوں کے اختلاف کو بہت تفصیل کے ساتھ تحریر کیا ہے۔ آپ نے اس کی بنیاد پر موطا کے نسخوں اور ان کے مؤلفین پر مفصل تحریر کیا ہے۔

8- آٹھواں فائدہ[17]

ابو بکر ابہری کے مطابق وہ تمام آثار جو نبی ﷺ، صحابہ کرام اور تابعین عظام سے موطأ میں منقول ہیں ان کی تعداد سترہ سو بیس (1720) ہے۔ اِن میں سے مُسنَد چھ سو (600) ہیں جبکہ مرسل دو سو بائیس (222)، موقوف چھ سو تیرہ (613) اور تابعین کے اقوال دو سو پچاسی (285) ہیں۔

9۔ نواں فائدہ[18]

علامہ عبد الحیٔ نے موطا امام مالک پر لکھی گئی شروحات و حواشی اور ان کے مؤلفین کا مفصل تعارف کروایا ہے۔ آخر میں آپ نے بطور شارحِ موطا بروایت امام محمد بن الحسن اپنے حالات زندگی مفصل طور پر بیان کئے ہیں۔

10- دسواں فائدہ[19]

مصنفؒ نے ذکر کیا ہے کہ اِنہوں نے امام محمد بن الحسن شیبانی، امام ابو یوسف اور امام ابو حنیفہ کے حالات زندگی اپنی دیگر تالیفات میں بھی بیان کئے ہیں۔ آپ نے اس کتاب میں بھی ان کے حالات کو مفصل ذکر کیا ہے۔

11- گیارہواں فائدہ[20]

مولف نے موطأ امام محمد کو موطأ بروایۃ یحیی پر ترجیح دی ہے اور اس کی درج ذیل پانچ وجوہات ذکر کی ہیں

پہلی وجہ یہ ہے کہ یحیی الأندلسی نے مکمل موطأ کی سماعت امام مالکؒ کے شاگردوں سے کی ہے، جہاں تک امام مالکؒ سے ان کے سننے کی بات ہے تو انہوں نے آپ سے موطأ کی سماعت مکمل نہیں کی، جہاں تک امام محمدؒ ہیں انہوں نے مکمل طور پر امام مالکؒ سے موطأ سماعت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ یحیی اندلسی امام مالکؒ کے پاس وفات کے سال حاضر ہوئے،، جب کہ امام محمدؒ تین سال آپ کے ساتھ رہے، تیسری وجہ یہ ہے کہ موطأ یحیی ہے بہت سے فقہی مسائل اور امام مالکؒ کے پسندیدہ اجتہادات اور بہت سے اُن تراجم پر مشتمل ہے جس میں صرف آپ کے اجتہاد اور استنباط کا بغیر کسی حدیث کے ذکر ہے، بخلاف موطأ امام محمدؒ کے کہ اس میں کوئی ترجمۃ الباب ایسا نہیں ہے جو باب کے عنوان کے مطابق روایت سے خالی ہو، خواہ موقوف ہو یا مرفوع۔ چوتھی وجہ یہ ہے موطأ یحیی مشتمل ہے ان احادیث پر جو مروی ہیں امام مالکؒ کے طریق سے ہی مروی ہیں جبکہ موطأ امام محمدؒ ان آثار پر مشتمل ہے جو دوسرے شیوخ

سے بھی مروی ہیں۔ پانچویں وجہ یہ ہے کہ موطّأ امام محمدؒ کی نسبت خاص کر حنفیہ کی طرف ہے، جب کہ موطّأ یحیی بہت زیادہ امام مالکؒ کے اجتہادات پر مشتمل ہے، جو امام ابو حنیفہؒ اور ان کی اصحاب کے آراء کے خلاف ہیں، اور اُن احادیث پر جن پر امام ابو حنیفہؒ اور ان کے متبعین اپنے دلائل کی بنا پر عمل نہیں کرتے یہ دیکھ کر دیکھنے والا اِس پر حیران رہ جاتا ہے، اور ایک عامی ان پر یا اس حدیث پر طعن کرنے پر تیار ہو جاتا ہے،، بخلاف موطّأ امام محمدؒ کے، کیونکہ اس میں ان غیر عمل کردہ احادیث کے بعد ان احادیث کو بھی ذکر کیا جاتا ہے جس پر احناف کا عمل ہے۔ یہ بات عام آدمی اور عالم دونوں کو نفع دیتی ہے، عام آدمی کو اِس لحاظ سے کہ وہ اس میں بدگمانی سے محفوظ رہتا ہے، اور عالم کو اس لحاظ سے کہ طرفین کی احادیث پر تنقید سے چھپی ہوئی ترجیح ظاہر ہو جاتی ہے۔

اس کے بعد مؤلف مؤطا امام محمد کی برتری پر کئے جانے والے اعتراضات ذکر کر کے ان کا سیر حاصل جواب پیش کرتے ہیں۔

12-بارہواں فائدہ[21]

علامہ عبدالحیؒ نے اس باب میں موطا امام محمد کی احادیث کو ایک ایک کر کے شمار کیا ہے اور مرفوع احادیث کے ساتھ آثار صحابہ اور بلاغات کو بھی جمع کیا ہے۔ اور آخر میں مؤلف نے شمار کر کے بتایا ہے کہ اِس کتاب میں احادیثِ مرفوعہ اور آثارِ موقوفہ جو صحابہ یا ان کے بعد والوں کے ہیں وہ مسند ہوں یا غیر مسند، کل گیارہ سو اسی (1180) ہیں، اِن میں امام مالکؒ کی سند سے ایک ہزار پانچ (1005) اور آپ کی سند کے بغیر ایک سو پچھتر (175) روایات ہیں، جن میں اِمام ابو حنیفہؒ کی سند سے تیرہ (13)، امام ابو یوسفؒ کی سند سے چار (4)، اور باقی ایک سو اٹھاون (158) روایات دیگر مشائخ سے منقول ہیں۔

13-تیرہواں فائدہ[22]

علامہ عبدالحیؒ لکھنوی نے اس باب میں محمد بن الحسن شیبانی کے موطا امام محمد میں اختیار کئے جانے والے اسلوب کے سولہ اہم نکات کا تذکرہ کیا ہے جس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

1) وہ ترجمۃ الباب ذکر کرتے ہی اپنی وہ روایت ذکر کرتے ہیں جو امام مالکؒ سے ہے، خواہ موقوف ہو یا مرفوع۔

2) عنوان کے آغاز میں یا تو لفظ "کتاب" لاتے ہیں، اور یا "باب" اور کبھی لفظ "أبواب" ذکر کرتے ہیں۔

3) وہ احادیث کے بعد فائدہ کی طرف اشارہ کرنے کے لئے "وبھذا نأخذ" اور یا "بہ نأخذ" ذکر کرتے ہیں

4) وہ تنبیہ کرتے ہیں ہر اس چیز پر جو آپ کے مسلک کے خلاف اور امام مالکؒ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔

5) وہ روایت میں امام مالکؒ کے علاوہ اپنے شیخ امام ابو حنیفہ اور دوسرے شیوخ کی روایات بھی نقل کرتے ہیں۔

6) آپ اپنے شیوخ سے روایت کرتے ہوئے صرف "أخبرنا" کہتے ہیں۔

7) آپ مختار قول کے بعد اپنے شیخ کی موافقت، "وھو قول أبی حنیفة" کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔

8) آپ بہت سی جگہوں پر "قول أبی حنیفة" کے بعد "والعامة من فقھائنا" ذکر کرتے ہیں۔

9) آپ کبھی ابراھیم نخعیؒ کے مذھب کے ساتھ تصریح کرتے ہیں، کیونکہ حنفی مسلک کا مدار ابراہیم نخعی ہی ہیں۔

10) وہ اِس کتاب میں اور "کتاب الآثار" میں امام ابو یوسفؒ کے مذہب کا ذکر نہیں فرماتے نہ موافق اور نہ مخالف

11) وہ اکثر کہتے ہیں "هذا حسن" یا "جمیل" یا "مستحسن"، اور وہ اس سے زیادہ عام کام مراد لیتے ہیں۔

12) آپ بعض سنن میں: لفظ "لا بأس" استعمال کرتے ہیں اور مراد اس سے جواز لیتے ہیں

13) آپ بہت دفعہ "ینبغی کذا و کذا" استعمال کرتے ہیں۔

14) آپ کبھی کبھار اپنے شیخ امام مالکؒ کے مذھب کے موافق یا مخالف بات ذکر فرما دیتے ہیں۔

15) آپ لفظ "الأثر" کو مطلق ذکر کر کے اس سے موقوف اور مرفوع روایات مراد لیتے ہیں

16) وہ کسی کی طرف نسبت کئے بغیر کچھ آثار اور اخبار کا ذکر "بلغنا" کے لفظ کے ساتھ کرتے ہیں

اس کے بعد مؤلف نے آخر میں مقدمہ کا خاتمہ تحریر کیا ہے اور بتایا ہے کہ اِس کتاب میں کوئی حدیث موضوع نہیں ہے، ہاں اِس میں ضعیف اَحادیث ہیں جن میں اکثر کم ضعف والی ہیں، کہ ان کی ضعف کثرت طرق کی وجہ سے قابلِ حجت ہو جاتی ہیں۔

التعلیق المجد کا منہج و اسلوب

مولانا لکھنوی کی کتاب "التعلیق الممجد" اپنے مرتبے اور اسلوب کے اعتبار سے نہایت بیش قیمت شرح مانی جاتی ہے۔ شرح حدیث میں آپ کے اسلوب سے متعلق بہت سے اشارات فوائد مذکورہ میں بھی آچکے ہیں، تاہم ان کے اسلوب سے متعلق اہم باتیں حسب ذیل ہیں:

التعلیق المجد علی موطا محمد کے بنیادی مصادر

مولانا عبد الحیی لکھنوی کی اہم علمی خدمات میں سے ایک 'التعلیق المجد علی موطا محمد' ہے یہ بنیادی طور پر موطا امام محمد کی شرح ہے، گویا اس کا بنیادی ماخذ خود موطا امام محمد ہے۔ علامہ عبد الحیی نے اپنی شرح کی ترتیب و تشکیل میں سینکڑوں کتب سے استفادہ کیا اور بے شمار علماء کے اَقوال و آراء کو اپنی تصنیف کی زینت بنایا ہے۔ چند اہم مآخذ کے نام یہ ہیں :

کتب تفسیر میں تفسیر :

تفسیر طبری، تفسیر کبیر از امام رازی، تفسیر کشاف از زمخشری، تفسیر ابن ابی حاتم، تفسیر عبد بن حمید، فتح المنان از عبد الحق محدث دہلوی، تفسیر ثعلبي اور الدر المنثور في تفسیر القرآن بالمأثور از سیوطي سے آپ نے استفادہ کیا۔

کتبِ حدیث میں:

صحاحِ ستہ، مسند احمد بن حنبل، صحیح ابن حبان، صحیح ابن خزیمہ، موطأ امام مالک، مستدرک حاکم، سنن دار قطنی، مسند شافعی، مسند دارمی، مسند ابو یعلی موصلی، مسند عبد بن حمید، مسند ابو بکر بزار، معجم کبیر، معجم اوسط، معجم صغیر از طبرانی، کتاب الآثار از امام ابو حنیفہ، جامع الاصول از ابن اثیر، شرح معانی الآثار، مشکل الحدیث از ابو جعفر طحاوی وغیرہ۔

شروحاتِ حدیث میں:

شرح زرقانی، شرح الموطا، مرقاۃ المصابیح شرح مشکوۃ المصابیح از ملا علی قاری، فتح الباری از ابن حجر، عمدۃ القاری از عینی، ضیاء الساری شرح بخاری از عبد اللہ بن سالم البصری، شرح النووی علی شرح مسلم از نووی، مرقاۃ الصعود الی سنن ابی داؤد، زہر الربی علی المجتبی، تنویر الحوالک از سیوطی، ارشاد الساری از قسطلانی اور الکواکب الدراری فی شرح البخاری از کرمانی، وغیرہ۔

کتبِ تراجم اور جرح و تعدیل میں:

تہذیب التہذیب، تقریب التقریب، تلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر، از ابن حجر، الاستیعاب، الاستذکار از ابن عبد البر، الانساب از سمعانی، اسعاف المبطا برجال الموطا، لب اللباب فی تحریر الانساب از سیوطی، الثقات لابن حبان،، الکاشف، تذکرۃ الحفاظ، میزان الاعتدال از ذہبی، نصب الرایۃ لتخریج احادیث الھدایۃ از زیلعی، التاریخ الکبیر از امام بخاری، الجرح و التعدیل از ابن ابی حاتم، الموضوعات از ابن جوزی، تہذیب الأسماء واللغات از نووی وغیرہ۔

کتب فقہ و اصول میں:

فتاوی قاضی خان، المغنی از ابن قدامہ، شرح مختصر القدوری از زاہدی، فتح القدیر از ابن الھمام، البحر المحیط فی اصول الفقہ از زرکشی، نیل الاوطار از شوکانی، شرح المھذب از نووی، البنایۃ شرح الھدایۃ از عینی، السعایۃ از عبد الحیی لکھنوی، کتاب الاموال ابو عبید القاسم، وغیرہ۔

کتب لغات میں:

الصحاح از ابو نصر جوہری، نہایۃ از ابن اثیر، مصباح المنیر از ابو العباس حموی وغیرہ۔

ان مصادر کے علاوہ الناسخ والمنسوخ از ابن شاہین، الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الاخبار از حازمی، معجم البلدان از یاقوت حموی، الیواقیت والجواہر از عبد الوہاب شعرانی، شرح سفر السعادۃ از عبد الحق دہلوی، الکنز المدفون والفلک المشحون از سیوطی اور دیگر کتب کے حوالے کثرت سے اس شرح میں ملتے ہیں، اور اس سے علامہ صاحب کے وسعتِ مطالعہ اور تحقیقی میدان میں دلچسپی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

علامہ عبد الحیی نے اپنی کئی تصانیف کے حوالے بھی شرح میں دیئے ہیں، مثلاً السعایۃ، ترویح الجنان بتشریح حکم شرب الدخان، الفوائد البھیّۃ فی تراجم الحنفیۃ وغیرہ۔

علامہ ابو الحسنات کا شرح میں یہ بھی اسلوب ہے کہ وہ جن ائمہ کرام اور علماء کی کتابوں سے جو بات نقل کرتے ہیں تو کبھی اس مصنف کی کتاب کا حوالہ ذکر کرتے ہیں اور کبھی صرف نام ہی ذکر کرتے ہیں۔ ائمہ کرام اور علماء کی کتابوں سے بات نقل کر کے مصنف کی کتاب کا حوالہ ذکر کرنے کی مثال باب (اِبتداء الوضوء) کی حدیث "فَدَعَابِوَضُوْءٍ......الخ" [23] کے ضمن میں بیان ہوئی ہے۔

مفید مطالب کا تکرار:

شرح حدیث میں علامہ لکھنوی کا ایک عمدہ اسلوب یہ ہے کہ وہ کسی بھی متن حدیث کی تشریح کے دوران اگر کسی بات کی وضاحت پہلے کر چکے ہوں تو دوبارہ دوسری جگہ پر بھی ان مفید باتوں کو مزید اشارات کے ساتھ ذکر کرتے ہیں، اس سے ان کا مقصد قاری کے ذہن میں بات ذہن نشین کرانا اور دوران مطالعہ اس کا ذہن تقسیم ہونے سے محفوظ رکھنا ہے۔ اس کی مثال امام محمد کے قول (**تاخیر العصر افضل من تعجیلھا**) [24] کے عنوان کے تحت ملاحظہ کی جا سکتی ہے جہاں انہوں نے ایک حدیث کی تشریح میں بڑی تفصیل سے کلام کیا ہے حالانکہ وہ اس سے پہلے اس سے ملتے جلتے عنوان (باب وقوت الصلاۃ)25 کے تحت ذکر کردہ حدیث کے الفاظ (**صل الظھر اذا کان ظلک مثلیک**)26 کے تحت قائم کردہ حاشیہ پر تفصیلا کلام کر چکے تھے

مذاہب ائمہ کے دلائل کا ذکر اور راجح کا تذکرہ:

علامہ عبد الحئ لکھنوی کا ایک عمدہ اسلوب یہ ہے کہ وہ اہم فقہی مسئلے میں آئمہ اربعہ کے اقوال کو ان کے دلائل کے ساتھ ذکر کرتے ہوئے اس میں راجح اور مرجوح کا بھی ذکر کرتے ہیں، اس سے ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ قاری کو اس مسئلے سے متعلق تمام ائمہ کرام کے اقوال دلائل کے ساتھ معلوم ہو جائیں اور اس پر مسئلے کے تمام پہلو واضح ہو جائیں۔[27]

بلاغات و مرسل احادیث کی سند کا بیان اور موقوف کی مرفوع کے ساتھ تقویت:

مولانا عبد الحئ کا بلاغات کے متعلق اسلوب یہ ہے کہ اگر "بلغنا یا بلغنی" کے ساتھ مذکور روایت کی تقویت کے لئے دیگر کتابوں میں موجود شواہد کو ذکر کرتے ہیں، مثلاً باب (الاذان والتثویب) کی حدیث "قَالَ مَالِك، بَلَغَناأَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ۔۔الخ"[28] ذکر کرنے کے بعد آپ نے اس کے شواہد نقل کئے ہیں۔

اسی طرح ان کا شرح میں یہ منہج ہے کہ وہ مرسل احادیث کی سند کے دیگر کتابوں میں شواہد اور توابع ذکر کرتے ہیں، اس کی مثال حدیث "أَخْبَرَنَا مَالِك، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بِنِ یسار"[29] کے ذیل میں مصنف کے قائم کردہ حاشیہ میں دیکھی جا سکتی ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

> "قال السيوطي: قد وصله أبو داود وابن ماجه من طريق معمر عن زيد، عن عطاء، عن أبي سعيد الخُدري"۔[30]
>
> "امام سیوطی کہتے ہیں کہ اس حدیث کو امام ابوداؤد اور امام ابن ماجہ نے معمر عن زید عن عطاء عن أبي سعید الخدری کے واسطے سے متصل بیان کیا ہے۔"

علاوہ ازیں وہ موقوف احادیث کی تقویت میں اس کے شواہد دیگر کتب احادیث میں موجود مرفوع روایات سے بھی ذکر کرتے ہیں، اس کی مثال حدیث "أَخْبَرَنَا مَالِك قَالَ: أَخْبَرَنِي ابنُ شهابٍ الزُّهرِيُّ، عَنْ أنسِ بنِ مالكٍ أنَّه قال: كنّا نصلّي العصرَ ثمّ يَذْهَبُ الذاهبُ إلى قُباء فيأتيهم والشمسُ مُرْتَفِعَة"[31] کی شرح میں ذکر ہوئی ہے۔

مولانا عبد الحئ کا ایک عمدہ اسلوب یہ ہے کہ وہ مؤطا امام محمد میں ذکر کردہ روایت و اثر کے دیگر کتب احادیث میں موجود شواہد اور توابع ضرور ذکر کرتے ہیں، مثلاً حدیث "إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُم من نومِهِ......الخ" کی شرح میں مزید لکھتے ہیں۔

> "عن أبي هريرة، هذا الحديث أخرجه البخاري ومسلم وأبو داود والترمذي وابن ماجة والطحاوي وأحمد وغيرهم من حديثه بألفاظ متقاربة، وأخرج بنحوه ابنُ ماجه والدارقطني من حديث ابن عمرو جابر."[32]
>
> "اس حدیث کو امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام ابن ماجہ، امام طحاوی اور امام احمد و دیگر لوگوں نے اس سے ملتے جلتے الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے، نیز امام ابن ماجہ اور امام دار قطنی نے اس سے ملتے الفاظ کے ساتھ اس حدیث کو حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت جابر سے روایت کیا ہے۔"

صحابہ کرام، تابعین عظام کے مذاہب کا کثرت سے ذکر:

علامہ ابو الحسنات لکھنوی کا ایک عمدہ اسلوب یہ بھی ہے کہ وہ ہر اہم مسئلہ کی وضاحت میں صحابہ کرام اور تابعین عظام کے اس مسئلہ کے متعلق فتاوی جات اور مذاہب کو کثرت سے ذکر کرتے ہیں، یوں قاری پر اختلاف کی اصل وجہ اور ان مسائل کی وضاحت کھل کر سامنے آتی ہے۔[33]

ائمہ کرام کے مذاہب کا کثرت سے ذکر:

علامہ عبدالحئی کا ایک عمدہ اسلوب یہ بھی ہے کہ وہ ہر اہم مسئلہ کی وضاحت میں صحابہ کرام اور تابعین عظام کے ساتھ ساتھ ائمہ کرام اور علمائے عظام کے اس مسئلہ کے متعلق مذاہب کو کثرت سے ذکر کرتے ہیں، یوں قاری پر سبب اختلاف کھل کر سامنے آتا ہے۔ اس قسم کی مثال باب (قصر الصلاۃ فی السفر) کے ضمن میں امام محمد کے قول "إِذَا خَرَجَ الْمُسَافِرُ أَتَمَّ الصَّلاةَ إِلا أَنْ يريد مسيرةَ"[34] کے تحت لکھتے ہیں:

"فقالت طائفة من أهل الظاهر يقصر في كل سفر ولو في ثلاثة أميال.......الخ"

"اہل ظاہر کے ہاں تین میل پر ہی نماز قصر کی جائے گی"۔

اور وہ قرآن کی آیت "وإذا ضربتم في الأرض" سے استشہاد کرتے ہیں، اس سلسلے میں ان کی دلیل حضرت انسؓ کی وہ روایت بھی ہے جسے امام مسلم اور امام ابو داود نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب تین میل یا تین فرسخ کی مسافت کے لئے نکلتے تو نماز قصر کرتے، یہ حدیث اس سلسلے میں بیان کردہ موضوع پر سب سے صحیح اور واضح ہے، حضرت سعید بن منصور نے حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب ایک فرسخ سفر کرتے تو نماز قصر کرتے، اکثر علماء نے اس سے مراد وہ مسافت لی ہے جس سے سفر کا آغاز ہوتا ہے، نہ کہ سفر کی مسافت مراد لی ہے۔ امام مالک کے ہاں چار برود سے کم مسافت پر نماز قصر نہیں ہوگی، یہی بات امام احمد بن حنبل اور امام شافعی سے بھی منقول ہے۔ یہ چار برود سولہ فرسخ یعنی اڑتالیس میل بنتے ہیں۔ اور ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں آپ نے اہل مکہ سے ارشاد فرمایا تھا کہ چار برود سے کم میں قصر نہیں ہے۔ اس حدیث کو امام دار قطنی، امام بیہقی اور امام طبرانی نے بیان کیا ہے اگرچہ اس حدیث کی سند میں کلام کیا گیا ہے لیکن یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس کے عمل کی تائید کرتی ہے۔ جیسا کہ امام مالک اور امام بیہقی نے ان دونوں اصحاب کا عمل نقل کیا ہے کہ وہ چار برود پر ہی قصر کرتے تھے۔ جبکہ ہمارے اصحاب کے ہاں قصر کی مدت تین دن کا اندازہ ہے۔ ان کی دلیل صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث "عورت تین دن کا سفر محرم رشتہ دار کے ساتھ کرے" اور مسح کی حدیث "مقیم ایک دن اور ایک رات مسح کرے جبکہ مسافر تین دن اور تین راتیں مسح کرے"۔ امام محمد نے کتاب الآثار میں حضرت سعد بن عبید اللہ الطائی سے اور انہوں نے حضرت علی بن ربیعہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے قصر کی مدت دریافت کی تو انہوں نے کہا کہ کیا آپ سوید امقام سے واقف ہیں؟ تو میں نے کہا کہ نہیں تو انہوں نے فرمایا کہ وہ تین لگاتار راتوں کا سفر ہے جب ہم اس مقام کی طرف چلتے تو پھر قصر کرتے تھے۔"

راویوں کے حالات اور ان کی ثقاہت وضعف وغیرہ کا تذکرہ:

آپ پہلی دفعہ ذکر ہونے والے راوی کے حالات مستند کتابوں سے ذکر کرتے ہیں۔ اس کی مثالیں کتاب میں جگہ جگہ موجود ہے، مثلاً حدیث "إِذَا توضَّأ أحدُكم فليَجعَلْ في أنفِهِ ثُمَّ لِيستَنثِر"[35] میں عبدالرحمان اعرج کے حالات کے ذیل میں آپ فرماتے ہیں۔

"هو عبد الرحمن بن هرمز، اشتهر بالأعرج، وثّقه يحيى والعجلي، مات سنة 117 هـ بالإسكندرية، كذا قال السيوطي وغيره"[36]

"آپ عبدالرحمان بن ہرمز ہیں اور اعرج کے لقب سے مشہور ہیں، آپ کو امام یحیی اور امام عجلی نے ثقہ قرار دیا ہے آپ نے اسکندریہ مصر میں ۱۱۷ھ کو وفات پائی، اسی طرح امام سیوطی نے ذکر کیا ہے۔"

مولانا عبد الحیؒ لکھنوی جب راوی کے حالات بیان کرتے ہیں تو راوی کی ثقاہت اور ضعف کا تذکرہ بھی کرتے ہیں۔ راوی کی ثقاہت کا تذکرہ کرنے کی مثال حضرت عبد اللہ بن عباس کے قول مَا أُبالي مسستُهُ أَوْ مَسَسْتُ أَنْفِي [37] کے تحت ملاحظہ کی جاسکتی ہے، مثلا

"قوله: عطاء بن أبي رباح، هو عطاء بن أبي رباح أسلم، أبو محمد القُرشي المكي، روى عن عائشة وابن عباس وأبي هريرة وخلق۔۔۔ الخ" [38]

"آپ ابو محمد عطاء بن ابی رباح قرشی مکی ہیں، آپ حضرت عائشہ، حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت ابوہریرہ اور ایک بڑی خلقت سے روایت کرتے ہیں اور آپ سے امام اوزاعی، امام ابن جریج، امام ابو حنیفہ، امام لیث اور دیگر لوگوں نے روایت کیا ہے، آپ ثقہ، فقیہ، اور صاحب فضیلت ہیں، آپ نے 114ھ میں وفات پائی، اسی طرح کاشف میں ذہبی اور تقریب میں ابن حجر نے ذکر کیا ہے۔"

اگر کسی ضعیف راوی سے کوئی روایت نقل ہو تو شارح راوی کے ضعف سے بھی آگاہ فرماتے ہیں۔ [39]

مؤطا کے مختلف نسخوں میں پائے جانیوالے اختلاف کی وضاحت اور اس کی صحت کا تعین:

علامہ عبد الحیؒ لکھنوی شرح کے دوران مؤطا کے نسخوں میں پائے جانے والے اختلاف کو بھی ذکر کرتے ہیں مثلا باب (الرَّجُلِ يُصِيبُ مِنَ امْرَأَتِهِ أَوْ يُبَاشِرُهَا وَهِيَ حَائِضٌ) [40] کی پہلی حدیث کے ضمن مین حضرت عبد اللہ بن عمر [41] کا ذکر آیا ہے مولف کہتے ہیں کہ یحیی بن یحیی کے نسخے میں اس (عبد اللہ بن عمر) کے بجائے عُبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر کے الفاظ نقل ہوئے ہیں۔ اسی طرح موطا امام محمد میں (بَابُ افْتِتَاحِ الصَّلاةِ) [42] میں حدیث کے الفاظ "وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الركوع" [43] نقل ہوئے ہیں جب کہ موطا کے ایک اور نسخے میں الركوع کے بجائے ركوعه کے الفاظ نقل ہوئے ہیں۔

ملا علی قاری کی شرح حدیث میں پائے جانے والے بعض موضوعات پر عبد الحیؒ لکھنوی کا نقد:

مولانا عبد الحیؒ لکھنوی کا ایک اسلوب یہ بھی ہے کہ وہ ملا علی قاری کے بعض تسامحات پر بھی آگاہ کرتے ہیں۔۔ اس کی مثال باب (الوضوء من مس الذكر) میں ذکر کردہ حدیث کے الفاظ وهل ذَكَرُكَ إلاَّ كسائر جَسَدِكَ [44] کی سند میں علقمہ بن ابی علقمہ کے ذیل میں دیکھی جاسکتی ہے۔

کتاب کے ایک اور مقام پر وہ راوی (ربیعہ) کے حالات زندگی کے تذکرے میں ملا علی قاری کی ایک خطا سے آگاہ کرتے ہیں جو ان سے حدیث عن ربيعةَ عن عبدِ اللهِ: أنّهُ تعشّى مَعَ عُمَرَ بنِ الخطاب ثمَّ صَلَّى وَلَمْ يتوضَّأْ [45] کی سند میں ایک راوی ربیعہ کے تعارف میں واقع ہوئی، مصنف خود پہلے ربیعہ کا تعارف کراتے ہیں اور پھر شیخ ملا علی قاری کے خطاونسیان پر آگاہ کرتے ہیں۔

"وقد أخطأ القاري حيث فسره بربيعة الرأي شيخ مالك.......الخ" [46]

"ملا علی قاری سے یہاں غلطی ہوئی ہے کہ انہوں نے ربیعہ کو امام مالک کے استاد ربیعہ رأی بنادیا ہے، ربیعہ کے تعارف میں لکھا ہے کہ آپ مشہور تابعی، مدینہ منورہ کے مشہور فقہاء میں سے ایک اور بڑی قدر ومنزلت کے مالک ربیعہ بن اَبی عبد الرحمان ہیں۔ آپ نے انس بن مالک اور سائب بن یزید سے سماع کیا اور آپ سے امام ثوری اور امام مالک نے روایت کیا، آپ نے 136ھ میں وفات پائی"

ناسخ و منسوخ کی وضاحت:

التعلیق الممجد کے اسلوب کی ایک نمایاں خوبی یہ ہے بھی ہے کہ مؤلف ان امور پر بھی رہنمائی فرماتے ہیں جن کے متعلق کسی نے منسوخ کا حکم لگایا ہو، جیسا کہ وہ "بابُ الْوُضُوءِ مِمَّا غَیَّرَت النَّارُ"[47] میں حدیث کے الفاظ "رأیتُ أبَا بکرٍ الصِّدِّیق أَکَلَ لَحمًا ثُمَّ صلّی وَلَمْ یتوضَّأْ"[48] کی شرح میں فرماتے ہیں:

"آگ پر پکائی جانے والی اشیاء کے استعمال کے بعد وضو نہ کرنا خلفائے راشدین کا ثابت شدہ عمل ہے اور یہ اس بات پر دلیل ہے کہ یہ حکم منسوخ ہے"

یہی مفہوم امام مالک سے بھی ثابت ہے جیسا کہ امام محمد بن الحسن شیبانی نے امام مالک سے روایت کرتے ہوئے سنا ہے کہ:

"جب نبی اکرم ﷺ سے کسی امر پر مختلف روایات منقول ہوں، اور ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر نے ایک پر عمل اور دوسرے کو ترک کیا ہو تو یہ اس بات پر دلیل ہے کہ حق بات وہی ہے جس پر انہوں نے عمل کیا ہے"[49]۔

اسی طرح کی ایک اور مثال باب (مَنْ تطیَّب قَبْلَ أَنْ یُحرم)[50] کے ذیل میں ذکر کردہ امام محمد کے قول "لا أری أن یتطیّب المحرم۔۔۔الخ"[51] میں بھی ملاحظہ کی جا سکتی ہے، مثلاً:

"نقل الحازمي في "کتاب الناسخ والمنسوخ" عن الشافعي أن أمر رسول الله صلی الله علیه وسلم بغسل الطیب منسوخ لأنه کان في عام الجعرانة وهو سنة ثمان، وحدیث عائشة أنها طَیَّبتُ رسولَ الله صلّی الله علیه وسلّم ناسخ له لأنه في حجة الوداع۔"[52]

"کتاب الناسخ والمنسوخ" میں امام حازمی نے امام شافعی سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا خوشبو کو دھونے کا حکم منسوخ ہے کیونکہ آپ ﷺ نے اس عمل سے جعرانہ والے سال آٹھ ہجری میں منع کیا تھا جب کہ حضرت عائشہ کی حدیث جس میں انہوں نے آپ ﷺ کو خوشبو لگائی تھی وہ بعد کی ہے۔"

باب کے عنوان کی وضاحت:

آپ اکثر باب باندھ کر عنوان کی وضاحت فرماتے ہیں اور اگر وضاحت ضروری نہ سمجھیں تو اس کی وضاحت نہیں کرتے۔ مثلاً (کتاب الزکاۃ)[53] کے ذیل میں زکوۃ سے متعلق معنی اور فرضیت کے سال پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"الزکاة هو لغة النماء والتطهیر، وشرعاً إعطاء جزء من النصاب الحَوْلي إلی فقیر ونحوه، وفُرضت بعد الهجرة، فقیل: في السنة الثانیة، وقیل: في الأُوْلی، وجزم ابن الأثیر بأنه في التاسعة، وادعی ابن حزم أنه قبل الهجرة، وفیهما نظر بیّنه في "فتح الباري"[54]

"زکوۃ لغت میں نشو ونما اور پاک کرنا ہے اور شریعت میں نصاب پر پہنچنے والے مال کا سال گزرنے پر ضرورت مند کو دینے کو کہتے ہیں، یہ ہجرت کے بعد فرض ہوئی، یہ بھی کہا گیا کہ دو ہجری میں فرض ہوئی، پہلی ہجری کا بھی کہا گیا ہے، ابن اثیر نے پورے یقین سے نو ہجری کا کہا ہے، ابن حزم نے ہجرت سے قبل فرض ہونے کا دعوی کیا ہے، آخری دونوں باتوں میں شک کا امکان ہے، جسے فتح الباری میں حافظ ابن حجر نے بیان کیا ہے"۔

علاوہ ازیں وہ (باب غسل الیدین فی الوضوء)[55] کے تحت فرماتے ہیں:

1) غسل اليدين، بفتح الغين بمعنى إزالة الوسخ ونحوه بإمرار الماء عليه، وأما بالضم، فهو اسم للاغتسال، وهو غسل تمام الجسد، واسم للماء الذي يُغتسل به، وبالكسر، اسم لما يُغسل به الرأس، كذا في "المغرب.

2) أي: في ابتدائه، وهو غسلهما إلى الرسغين.[56]

"غسل الیدین: غین پر زبر کے ساتھ: گندگی دور کرنے، اور اسی طرح اس پر پانی گزارنے کو کہا جاتا ہے، غین پر اگر پیش ہو تو اس کا معنی سارے جسم کو دھونے اور اس پانی کا نام ہے جس سے غسل کیا جاتا ہے۔ غین پر زیر ہو تو یہ اس چیز کا نام ہے جس سے سر کو دھویا جائے۔ اسی طرح لغت کی کتاب المغرب میں بیان ہوا ہے۔ ۲-یعنی وضو کے شروع میں دونوں گٹوں تک ہاتھوں کو دھونا ہے"۔

اسی اسلوب کی ایک اور مثال (باب المحصر) کے ذیل میں بھی ملاحظہ کی جا سکتی ہے[57]۔

عنوان الباب میں اگر کوئی مشکل لفظ وارد ہو تو تفصیل سے اس کا اعراب ذکر کر دیا جاتا ہے جیسا کہ اس کی مثال باب کے عنوان پر وارد لفظ (باب من أی موضع یرمی الجمار)[58] کی تفصیل میں دیکھی جا سکتی ہے۔

اس کی مزید مثال مؤلف کی کتاب کے (باب الرضاع)[59] پر قائم حاشیہ میں بھی دیکھی جا سکتی ہے۔

مشکل الحدیث کا حل:

حدیث کے متن میں اگر کوئی مشکل لفظ مذکور ہو تو اس کے لفظی اور اصطلاحی معانی بھی ذکر کر دیتے ہیں، اس کی مثال حدیث کے الفاظ "الأَيِّم أَحَقُّ بنفسها من وَلِيِّها" میں الایم کے تحت ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔[60]

"قوله: الأيِّم، بفتح الهمزة وتشديد الياء المكسورة، كل امرأة لا زوج لها صغيرةً أو كبيرةً، بكراً أو ثيباً، حكاه الحربي وغيره. واختلفوا في المراد به ههنا، فقال الكوفيون وزفر والشعبي والزهري: المراد ههنا هو المعنى اللغوي ثيباً كان أو بكراً بالغة، فعقدها على نفسها جائز، وليس الولي من أركان العقد. وتُعُقِّب بأنه لو كان كذلك لما كان لفصل الأيِّم من البكر معنى، وقال علماء الحجاز وكافة الفقهاء: المراد منه الثيِّب المتوفى عنها، أو المطلَّقة لرواية أخرى بلفظ: "الثيب" مكان "الأيم"، كذا في "شرح الزرقاني"[61]

"أیم: ہمزہ پر زبر اور یاء پر مشدد زیر کے ساتھ: ہر اس عورت کو کہتے ہیں جس کا خاوند نہ ہو، چاہے وہ چھوٹی ہو یا بڑی ہو، کنواری ہو یا طلاق شدہ، اسی طرح امام حربی نے ذکر کیا ہے۔ اب علماء نے یہاں اس کے مفہوم میں اختلاف کیا ہے، اہل کوفہ، امام زفر، امام شعبی، امام زہری کے ہاں اس سے مراد اس کا لغوی مطلب ہو گا کہ کہ وہ کنواری ہو یا مطلقہ وبیوہ، تو اس کا خود سے بغیر ولی کے نکاح درست ہے، اس پر کہا گیا کہ اگر یہی بات تھی تو پھر معنوی اعتبار سے أیم کو کنواری سے کیوں الگ رکھا گیا۔ علمائے حجاز اور اکثر فقہاء کہتے ہیں کہ اس سے مراد بیوہ یا مطلقہ عورت ہے کیونکہ ایک روایت میں أیم کی جگہ ثیب کے الفاظ آئے ہیں"۔

علاوہ ازیں حدیث کے متن میں اگر کسی نا معلوم مقام کا ذکر ہو تو مؤلف شرح میں اس کی وضاحت شرح میں کرتے ہیں، مثلا حدیث "أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ إِذَا خَرَجَ حَاجًّا أَوْ مُعْتَمِرًا قَصَرَ الصَّلَاةَ بِذِي الحُلَيْفَة" میں وارد لفظ (بذی الحلیفة)[62] کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

"بذي الحُلَيفة، بضم الحاء المهملة وفتح اللام وإسكان الياء، ميقات أهل المدينة......الخ"[63]

"ذو الحُلَيفة: حاء پر پیش، لام پر زبر، اور یاء پر جزم ہے، یہ اہل مدینہ کا میقات ہے اور یہ مدینہ سے چھ میل کے فاصلے پر ہے۔ کچھ نے اس کا فاصلہ سات میل بھی ذکر کیا ہے، اسی طرح نووی کی کتاب تھذیب الأسماء واللغات میں موجود ہے"۔

شرح حدیث کے دوران مصنف عرب کے مختلف قبائل کی قراءات بھی بیان کرتے ہیں مثلاً باب (الاغتسال یوم الجمعة)[64] میں وارد لفظ الجمعة میں عرب کے مختلف قبائل کی قراءات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"بضم الجيم والميم لغة الحجاز، وفتح الميم لغة تميم، وإسكانها لغة عقيل"[65]

"جمعة میں لفظ جیم پر پیش کے ساتھ پڑھنا حجاز کا لہجہ ہے، میم کے زبر کے ساتھ بنو تمیم کا لہجہ ہے اور میم کو ساکن پڑھنا بنو عقیل کا لہجہ ہے"۔

اسی اسلوب کی مثال لفظ (هلمى) میں بھی دیکھی جاسکتی ہے جس کو مصنف نے باب (فَضْلِ إِجَابَةِ الدَّعْوَةِ)[66] کی چوتھی حدیث میں ذکر کیا ہے۔

"هَلُمِّي، قال الزرقاني: بالياء على لغة تميم، وفي رواية: هَلُمَّ بلا ياء على لغة الحجاز"[67]

"زرقانی کہتے ہیں کہ یاء کے اضافے کے ساتھ پڑھنا بنو تمیم کا لہجہ ہے، جبکہ یاء کے بغیر پڑھنا حجاز کا لہجہ ہے"

اگر کسی لفظ کو کئی طرح سے پڑھا جاسکتا ہو تو مصنف اس کا بھی ذکر کرتے ہیں اور اس کے مختلف اعراب بیان کرتے ہیں جیسا کہ باب (المرأة ترى في منامها...الخ)[68] کے ذیل میں حدیث کے لفظ (أف لک)[69] کے اعراب کو بیان کرتے ہیں کہ اس لفظ کو دس طرح سے پڑھا جاسکتا ہے اور پھر اس کے پڑھنے کی دس صورتیں بھی بیان کرتے ہیں۔

اسی اسلوب کی ایک اور مثال لفظ (خُطْوَتَيهِ) کے ضمن میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے جس کو مؤلف نے (بَابُ ابْتِدَاءِ الْوُضُوءِ)[70] کی چوتھی حدیث کے حاشیہ میں تحریر کیا ہے۔

"خطوتيه، بضم الخاء ما بين القدمين، وبالفتح المرة الواحدة، قاله الجوهري، وجزم اليعمري أنها ها هنا بالفتح، والقرطبي والحافظ بالضم"[71]

"خاء کے پیش کے ساتھ، یعنی دونوں پاؤں کے درمیان، از بر کے ساتھ ہو تو ایک دفعہ مراد ہو گا اس بات کو جوہری نے کہا ہے، یعمری نے یقین کے ساتھ یہاں (خاء) پر زبر کہا ہے، جبکہ حافظ ابن حجر اور قرطبی نے (خاء) پر پیش کو ذکر کیا ہے"۔

روات اور اسناد پر بحث

مؤلف نے راویوں کی تدلیس کے متعلق مروی اقوال کو بھی نقل کیا ہے وہ کتاب کے باب (الرجل تصيبه الجنابه من الليل)[72] کے تحت واقع حدیث "كان رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ يصيبُ مِنْ أَهْلِهِ، ثُمَّ يَنَامُ وَلا يَمَسّ مَاءً"[73] کے حاشیہ میں فرماتے ہیں:

"امام بیہقی کے قول کے مطابق حفاظ حدیث نے اس سند کے راوی سبیعی پر نقد کیا ہے کہ اس نے اس حدیث میں تدلیس کی ہے، امام بیہقی کہتے ہیں کہ سبیعی کی حدیث الفاظ کی زیادتی کے ساتھ روایت کے اعتبار سے درست ہے،

کیونکہ (اصول یہ ہے) جب مدلس راوی اپنے روایت کنندہ سے اپنے سماع کو کھول کر بیان کر دے اور وہ ہو بھی ثقہ تو پھر اس کی روایت کو رد کرنے کی کوئی وجہ باقی نہیں رہتی۔"[74]

اگر کسی راوی کے نام، لقب یا کنیت میں اختلاف مشہور ہو تو شارح کا یہ اسلوب ہے کہ وہ صرف اختلاف کی طرف اشارہ کر کے راجح قول کا ذکر کر دیتے ہیں۔ مثلاً حدیث "صلِّ الظهرَ إذا كان ظِلُّك مِثْلَك......الخ"[75] کے ذیل میں لکھتے ہیں۔

"عن أبي هريرة، هو حافظ الصحابة، اختلف في اسمه واسم أبيه على أقوال كثيرة، أرجحها عند الأكثر عبد الرحمن بن صَخْر، مات سنة 59هـ، وقيل: قبلها بسنة أو سنتين، كذا في "التقريب"[76]

"حضرت ابو ہریرہ: آپ کو حافظ الصحابہ کہا جاتا ہے، آپ کے نام کے بارے میں بہت سے اقوال ہیں، ان میں اکثر کے ہاں راجح ترین نام عبد الرحمان بن صخر ہے، آپ نے ۵۹ھ میں وفات پائی، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس (۵۹ھ) سے ایک یا دو سال قبل وفات پائی۔ اسی طرح تقریب میں ہے"۔

مصنف شرح میں اس بات کا بھی اہتمام کرتے ہیں کہ اگر کسی راوی کا لقب اس کے نام پر غالب آ گیا ہو تو اس کا تذکرہ اس کی کنیت کے ساتھ بیان کر دیتے ہیں، تا کہ قاری راوی کا مکمل تعارف جان سکے۔ اس سلسلے میں وہ کبھی اس کے لقب مشہور ہونے کی وجہ بھی ذکر کرتے ہیں، جیسا کہ باب (ما يكره من بيع الثمار قبل أن يبدو صلاحه)[77] کے ضمن میں نقل کردہ دوسری حدیث میں آنے والے راوی ابو الرجال کے بارے میں مصنف فرماتے ہیں کہ اس راوی کا نام اس کے دس بیٹوں کی وجہ سے پڑا ہے اور اس کی کنیت ابو عبد الرحمان ہے۔[78]

اگر کسی راوی کی کنیت اس کے نام پر غالب آ گئی ہو تو مصنف اس کو بھی ذکر کرتے ہیں جیسا کہ راوی (أبي سلمة) جس کا ذکر باب (إذا التقى الختانان.......الخ)[79] کی دوسری حدیث میں ہوا ہے۔ اس راوی کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ ابی سلمہ کا اصل نام عبد اللہ ہے، کچھ لوگوں نے نام اسماعیل بھی ذکر کیا ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس راوی کی کنیت ہی اس کا نام ہے۔[80]

مؤلف کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ وہ راویوں کے مبہم ناموں کی وضاحت کرتے ہیں جیسا کہ وہ باب (فضل المعروف والصدقة)[81] میں لائی گئی تیسری حدیث کے مبہم راوی (أبي بُجَيْد) کے بارے میں فرماتے ہیں:

"قال ابن حجر في "تعجيل المنفعة في رجال الأربعة": اتفق رواة الموطأ على إبهام ابن بجيد إلا يحيى بن بكير فقال: عن محمد بن بجيد.......الخ"[82]

"حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب "تعجيل المنفعة في رجال الأربعة" میں ذکر کیا ہے کہ موطا کے راویوں نے ابن بجید کے مبہم ہونے پر اتفاق کیا ہے۔ سوائے یحیی بن بکیر کے جنہوں نے ان کا نام محمد بن بجید ذکر کیا ہے۔ اور اسی پر ابن البرقی نے اعتماد کیا ہے مزی کی کتاب کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ امام نسائی نے اس حدیث کو دو مختلف سندوں سے روایت کیا ہے "عن مالك عن زيد، عن عبد الرحمن بن بجيد" حافظ ابن حجر نے یقین کے ساتھ محمد کے نام کی جگہ مبہمات کی فہرست میں اس کا نام عبد الرحمن ذکر کیا ہے اور بجید کا تذکرہ نہیں ہے۔ امام نسائی نے بھی اسے اکثر موطا کے راویوں کی طرح بغیر نام لئے ذکر کیا ہے"۔

احادیث و آثار میں تطبیق

مصنف نے کتاب کی شرح میں اس بات کا بھی خیال رکھا ہے کہ اگر کہیں احادیث میں بظاہر اختلاف نظر آئے تو وہ اُن میں تطبیق بھی پیدا کرتے ہیں، مثلا باب (التَّكْبِيرِ فِي الْعِيدَيْنِ)[83] کے ذیل میں ذکر کردہ امام محمد کے قول "قَدِ اخْتُلِفَ النَّاسُ فِي التكبيرِ في العيدين, فما أخذتَ بِهِ فَهُوَ حَسَنٌ"[84] کے تحت اپنے حاشیہ میں فرماتے ہیں۔

> "وهذا الاختلاف الوارد في المرفوع والآثار, كلّه اختلاف في مباح, كما أشار إليه محمد بقوله....الخ"

> "عیدین کی تکبیروں کے متعلق) مرفوع احادیث اور آثار صحابہ میں وارد شدہ تمام اختلاف مباح عمل میں ہے جیسا کہ امام محمد نے اپنی بات میں اس طرف اشارہ بھی کیا ہے کہ آپ جس بھی عمل کو لے لیں تو وہ درست ہے، کسی کے لئے یہ عمل روا نہیں ہے کہ وہ اپنی رائے سے ہٹ کر دی جانے والی رائے پر طعن و تشنیع کرے، ائمہ کرام کا اس عمل میں اختلاف راجح عمل کے بارے میں ہے، جیسا کہ امام محمد نے اپنی بات "یہ افضل ہے" میں اس طرف اشارہ بھی کیا ہے، اگر کوئی حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت کردہ حدیث کے علاوہ دوسرا عمل اختیار کرلے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔"[85]

اسی نوع کی ایک مثال باب (صلاۃ الخوف)[86] کے تحت حضرت عبد اللہ بن عمر کی ذکر کردہ حدیث کے بعد امام محمد کے قول وَبِهَذَا نَأْخُذُ[87] کے حاشیہ میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

> "وقد رُويت في كيفية صلاة الخوف أخبار مرفوعة وآثار موقوفة على صفات مختلفة.....الخ"[88]

> "مرفوع احادیث اور آثار صحابہ میں نماز خوف کی کیفیت کے متعلق بہت سے طریقے مروی ہیں یہاں تک کہ بعض کے ہاں ان کی تعداد سولہ تک پہنچ جاتی ہے، اور ہر طریقے کے ساتھ علماء کی ایک جماعت ہے، امام ابن تیمیہ نے "منهاج السنة" میں ذکر کیا ہے کہ اس بارے میں جو اختلاف بیان ہوا ہے وہ کوئی جھگڑا کرنے والا اختلاف نہیں بلکہ وسعت اور اختیار دینے والا اختلاف ہے"

حواشی و حوالہ جات:

[1] لكهنوي، أبو الحسنات، محمد عبد الحئ بن محمد عبد الحليم الأنصاري، الجامع الكبير مع الشرح النافع الكبير (ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراچی – پاکستان، ۱۹۹۰) ج۱، ص ۶۱۔

[2] باندہ: ایک شہر اور بھارت کی ریاست اتر پردیش میں Banda ضلع میں ایک میونسپل بورڈ ہے. باندہ بندیل کھنڈ کے علاقے میں دریائے جمنا کے جنوب میں واقع ہے. یہ بندہ ضلع کا انتظامی ہیڈ کوارٹر ہے. شہر ریلویز اور ریاستی ہائی ویز کے ساتھ بڑے شہروں سے اچھی طرح سے منسلک ہے۔ تفصیل کے لئے ذیل میں دیکھئے: https://en.wikipedia.org/wiki/Banda,_Uttar_Pradesh

[3] لكهنوي، أبو الحسنات, محمد عبد الحئ بن محمد عبد الحليم الأنصاري، التعليقات السنية على الفوائد البهية من التراجم والفوائد (دار المعرفة بيروت-لبنان) ج ۲، ص ۲۴۸۔

[4] لكهنوي, أبو الحسنات, محمد عبد الحئ بن محمد عبد الحليم الأنصاري، الرفع والتكميل في الجرح والتعديل، ت: عبد الفتاح أبو غدة (مكتبة ابن تيمية–مصر) ج۱، ص ۱۴-۱۲ در حوالہ مقدمة الهداية، ابو الحسنات عبد الحئ لکھنوی۔

[5] لكهنوي، أبو الحسنات, محمد عبد الحئ بن محمد عبد الحليم الأنصاري، الجامع الكبير مع الشرح النافع الكبير (محولہ مذکور) ج۱، ص ۶۱۔

[6] الحسني، عبد الحیٔ بن فخر الدین بن عبد العلي، الندوي، نزھۃ الخواطر وبھجۃ المسامع والنواظر، (دار ابن حزم - بیروت، لبنان، ۱۹۹۹) ج۸، ص ۱۲۶۸

[7] متون احادیث میں موطا امام مالک رحمہ اللہ کو اہم مقام حاصل ہے اور اس کے متداول نسخوں میں میں سے ایک مشہور نسخہ امام محمد بن الحسن الشیبانی سے مروی ہے، جسے موطا امام محمد رحمہ اللہ کے نام سے شہرت حاصل ہے۔ موطا امام محمد رحمہ اللہ کے اس نسخے کو دوسرے نسخوں پر کئی لحاظ سے فوقیت حاصل ہے جس میں ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ امام محمد نے اس کتاب میں اپنے دونوں کبار اساتذہ امام مالک اور امام ابو حنیفہ رحمہما اللہ کے اقوال کو جمع کر دیا ہے علاوہ ازیں امام محمد نے نہایت اہم اور دقیق انداز سے احادیث کی شرح و فوائد کی طرف بھی اشارات کئے ہیں۔

[8] علامہ ابراھیم بیری زادہ 1023ھ کو مکہ میں پیدا ہوئے اور 1099ھ کو مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ کذا فی۔۔۔ الزرکلي، خیر الدین بن محمود بن محمد خیر الدین بن محمود بن محمد، لأعلام، (دار العلم للملایین، بیروت، 2002) ص ۲۶۷۔

[9] ملا علی قاریؒ فقہ حنفی کے بڑے عالم تھے۔ 1014ھ کو ہرات میں پیدا ہوئے اور مکہ میں آپ نے وفات پائی۔ آپ کا نام علی بن سلطان تھا۔ آپ نے بہت سی کتابیں لکھیں جن میں شرح نخبۃ الفکر اور مرقاۃ المفاتیح وغیرہ بہت مشہور ہیں۔ محولہ بالا۔

[10] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، کتاب کا صفحہ ۱۱۔

[11] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، کتاب کا صفحہ ۱۳۔

[12] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، کتاب کا صفحہ ۱۴۔

[13] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، کتاب کا صفحہ ۱۵۔

[14] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، کتاب کا صفحہ ۱۶۔

[15] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، کتاب کا صفحہ ۱۶ ۔

[16] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، کتاب کا صفحہ ۱۷ ۔

[17] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، کتاب کا صفحہ ۲۰ ۔

[18] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، کتاب کا صفحہ ۲۰ ۔

[19] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، کتاب کا صفحہ ۲۸ ۔

[20] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، کتاب کا صفحہ ۳۴ ۔

[21] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، کتاب کا صفحہ ۳۵۔

[22] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، کتاب کا صفحہ ۳۹ ۔

[23] لکھنوی، ابو الحسنات، محمد عبد الحیٔ بن محمد عبد الحلیم الأنصاري، التعلیق الممجد علی موطا محمد، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور، س۔ن۔ ص ۴۶۔

[24] لکھنوی: ص ۴۰۹۔

[25] لکھنوی: ص ۴۲۔

[26] لکھنوی: ایضا۔

[27] لکھنوی: ص ۷۴۔

[28] لکھنوی: ص ۸۵۔

[29] لکھنوی: ص ۱۷۹۔

[30] لکھنوی: ایضا۔

[31] لکھنوی: ص ۴۴۔

[32] لکھنوی: ص ۴۸۔

[33] لکھنوی: ص ۵۸، باب "الوضوء مما غیّرت النار"۔

34 لکھنوی، ص ۱۲۹۔
35 لکھنوی: ص ۴۶۔
36 لکھنوی: ایضا۔
37 لکھنوی: ص ۵۲۔
38 لکھنوی: ایضا
39 لکھنوی: ایضا، باب (الوضوء من مس الذکر) میں حضرت عبد اللہ بن عباس کا قول مَا أُبالي مسستهُ أَوْ مَسَسْتُ أَنْفي ۔
40 لکھنوی: ص ۷۷ ۔
41 لکھنوی: ایضا۔
42 لکھنوی: ص ۸۹۔
43 لکھنوی: ایضا۔
44 لکھنوی: ص ۵۷۔
45 لکھنوی: ایضا۔
46 لکھنوی: ایضا۔
47 لکھنوی: ص ۵۸۔
48 لکھنوی: ایضا۔
49 لکھنوی: ایضا۔
50 لکھنوی: ص ۲۰۳۔
51 لکھنوی: ایضا۔
52 لکھنوی: ایضا۔
53 لکھنوی: ص ۲۷۱۔
54 لکھنوی: ص ۲۷۱۔
55 لکھنوی: ص ۴۸۔
56 لکھنوی: ایضا۔
42 لکھنوی: ص ۲۳۷۔
43 لکھنوی: ص ۲۳۲ یہاں مصنف کا اسلوب بیان کرنے کے لئے ان کا قول ذکر کیا جائے گا: المحصر، اسم مفعول من الإحصار......وهو الذي حبس عن إتمام الحج والعمرة بعذر أو مرض أو نحو ذلك. ترجمہ: محصر: اِحصار مصدر سے یہ اسم مفعول ہے، محصر اس شخص کو کہتے ہیں جسے حج اور عمرے سے کسی عذر، بیماری یا اس جیسی کسی اور چیز نے روک دیا ہو۔
58 لکھنوی: ایضا۔
59 لکھنوی: ص ۲۷۴۔
60 لکھنوی: ص ۲۴۸۔
61 لکھنوی: ص ۲۴۸۔
62 لکھنوی: ص ۱۲۹۔
63 لکھنوی: ایضا۔

64 لکھنوی: ص ۲۷۔

65 لکھنوی: ایضاً۔

66 لکھنوی: ص ۳۷۷۔

67 لکھنوی: ایضاً۔

68 لکھنوی: ص ۸۰۔

69 لکھنوی: ایضاً۔

70 لکھنوی: ص ۴۸۔

71 لکھنوی: ایضاً۔

72 لکھنوی: ص ۲۷۔

73 لکھنوی: ایضاً۔

74 لکھنوی: ایضاً۔

75 لکھنوی: ص ۴۱۔

76 لکھنوی: ایضاً۔

77 لکھنوی: ص ۳۳۱۔

78 لکھنوی: ایضاً۔

79 لکھنوی: ص ۹۷۔

80 لکھنوی: ایضاً۔

81 لکھنوی: ص ۳۹۰۔

82 لکھنوی: ص ۳۹۱۔

83 لکھنوی: ص ۱۴۱۔

84 لکھنوی: ایضاً۔

85 لکھنوی: ایضاً۔

86 لکھنوی: ص ۱۶۰۔

87 لکھنوی: ایضاً۔

88 لکھنوی: ایضاً۔